Historical, Cultural And Da'wah Discussions Of The Story Of Prophet Musa And Khidhar In Modern Society

عصری سماج میں قصۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام کے تاریخی، تہذیبی ودعوتی مباحث

Dr. Muhammad Naveed
Ph.D. Graduate, Department of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat, Pakistan.
h.m.naveed91@gmail.com
Dr. Muhammad Raghib Hussain
Principal Jamia Naeemia , Lahore rhhamdi@gmail.com
Gulzar Ahmad
Ph.D. Scholar, Insitute of Islamic Studies & Sharia, MY University , Islamabad.

Abstract
Observation proves that the natural tendency of man is towards tales and stories. Prophets, saints, scholars and public have been attributed to tales and stories, and they continued preaching and advicing the public by tales and stories along with other arguments. Even the Quranic manners belongs to tales and stories. Stories of Quran and Ahadith provide education, quay and counseling along with historic, cultural and preaching discustions including the story of Hazrat Musa and Hazrat Khidhar. Quran and Ahadith have discussed this story. Musnad e Imam Ahmad bin Hanbal, Sahih Bukhari, Sahih Muslim, Sunan e Tirmizi, Sahih Ibn e Habban and other books of Ahadith including their Commentries also have elaborated this story, highlighting the importance of this story.Though the mentioned story is very famous, but public is unaware from historic, cultural and preaching discusions of this story. In addition deep studies show the aspects of mentioned story having greater effectiveness than certain other orders and prohibbtions. There is need to bring these discussions into the public so that they can get advantages. Therefore, the article with tilte "Historical, Cultural And Da'wah Discussions Of The Story Of Prophet Musa And Khidhar In Modern Society" has been choosen.

Key Words: Musa, khidhar, story, cultural,preaching, discussions.

مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ انسان فطرتی طور پر قصص وواقعات میں دلچسپی رکھتا ہے، انبیاء، اولیا، اور علماء سے عوام الناس تک قصص وحکایات کے رجحانات واضح رہے ہیں اور انہوں نے دیگر دلائل کے ساتھ ساتھ قصص وحکایات کے ذریعہ پیغام رسانی اور دروس وعبر کا سلسلہ جاری رکھا، حتیٰ کہ قرآن وسنت کا منہج واسلوب بھی قصص وحکایات سے رغبت رکھتا ہے، قصص القرآن وقصص الحدیث سے تعلیم وتعلّم، دروس وعبر اور مختلف اقوام کے تاریخی، تہذیبی ودعوتی مباحث کا حصول ہوتا ہے، انہی قصص میں حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کا قصہ بھی شامل ہے، قرآن وحدیث نے اس قصہ کی وضاحت کی ہے، مسند احمد بن حنبل، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، صحیح ابن حبان اور کثیر کتب حدیث وشروحاتِ حدیث میں اس قصہ کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، جس کا واضح مطلب ہے کہ اس قصہ میں خوب سامانِ عبر ونصائح ہے، اگرچہ یہ قصہ زبان زد عام ہے، تاہم اس قصہ کے تاریخی، تہذیبی ودعوتی مباحث سے عوام نابلد ہیں، نیز اس میں مزید غور وفکر کرنے سے وہ پہلو ہمارے سامنے آتے ہیں، جن کی تاثیر بلاواسطہ اوامر ونواہی سے کئی گنا زیادہ ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مباحث کو عوام کے سامنے لایا جائے، تاکہ قصۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام سے استفادہ کیا جا سکے، اسی امر کے پیشِ نظر مقالہ " عصری سماج میں قصۂ موسیٰ وخضر علیہما السلام کے تاریخی، تہذیبی ودعوتی مباحث" کا انتخاب کیا گیا ہے، جو درج ذیل ہے:۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَهُ، فَقَالَ الْقَوْمُ: إِنَّ نَوْفًا الشَّامِيَّ يَزْعُمُ أَنَّ الَّذِي ذَهَبَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لَيْسَ مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ مُتَّكِئًا، فَاسْتَوَى جَالِسًا، فَقَالَ: كَذَلِكَ يَا سَعِيدُ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، أَنَا سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذَاكَ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: كَذَبَ نَوْفٌ، حَدَّثَنِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْنَا وَعَلَى صَالِحٍ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْنَا وَعَلَى أَخِي عَادٍ "، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ مُوسَى بَيْنَا هُوَ

يَخْطُبُ قَوْمَهُ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ قَالَ لَهُمْ: مَا فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ أَعْلَمُ مِنِّي، وَأَوْحَى اللهُ إِلَيْهِ: إِنَّ فِي الْأَرْضِ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْكَ، وَآيَةُ ذَلِكَ أَنْ تُزَوِّدَ حُوتًا مَالِحًا، فَإِذَا فَقَدْتَهُ، فَهُوَ حَيْثُ تَفْقِدُهُ، فَتَزَوَّدَ حُوتًا مَالِحًا، فَانْطَلَقَ هُوَ وَفَتَاهُ، حَتَّى إِذَا بَلَغَ الْمَكَانَ الَّذِي أُمِرُوا بِهِ، فَلَمَّا انْتَهَوْا إِلَى الصَّخْرَةِ، انْطَلَقَ مُوسَى يَطْلُبُ، وَوَضَعَ فَتَاهُ الْحُوتَ عَلَى الصَّخْرَةِ، وَاضْطَرَبَ، {فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا} ،[1]قَالَ فَتَاهُ: إِذَا جَاءَ نَبِيُّ اللهِ حَدَّثْتُهُ، {فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ}، فَانْطَلَقَا، فَأَصَابَهُمْ مَا يُصِيبُ الْمُسَافِرَ مِنَ النَّصَبِ، وَالْكَلَالِ، وَلَمْ يَكُنْ يُصِيبُهُ مَا يُصِيبُ الْمُسَافِرَ مِنَ النَّصَبِ، وَالْكَلَالِ حَتَّى جَاوَزَ مَا أُمِرَ بِهِ، فَقَالَ مُوسَى لِفَتَاهُ: {آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا}قَالَ لَهُ فَتَاهُ: يَا نَبِيَّ اللهِ، {أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ} أَنْ أُحَدِّثَكَ {وَمَا أَنْسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ}{فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا}، قَالَ: {ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ}فَرَجَعَا عَلَى آثَارِهِمَا قَصَصًا، يَقُصَّانِ الْأَثَرَ حَتَّى إِذَا انْتَهَيَا إِلَى الصَّخْرَةِ، فَأَطَافَ بِهَا، فَإِذَا هُوَ مُسَجًّى بِثَوْبٍ لَهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَالَ لَهُ: مَنْ أَنْتَ؟ قَالَ:مُوسَى، قَالَ: مَنْ مُوسَى؟ قَالَ: مُوسَى بَنِي إِسْرَائِيلَ، قَالَ: أُخْبِرْتُ أَنَّ عِنْدَكَ عِلْمًا، فَأَرَدْتُ أَنْ أَصْحَبَكَ، {قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا}،{قَالَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا}، قَالَ فَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا قَالَ: قَدْ أُمِرْتُ أَنْ أَفْعَلَهُ، قَالَ: {سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللهُ صَابِرًا}،{قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي، فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ}، خَرَجَ مَنْ كَانَ فِيهَا، وَتَخَلَّفَ لِيَخْرِقَهَا، قَالَ: فَقَالَ لَهُ مُوسَى: تَخْرِقُهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا، {لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا}،{قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا قَالَ: لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ، وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا} فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَوْا عَلَى غِلْمَانٍ يَلْعَبُونَ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ، وَفِيهِمْ غُلَامٌ لَيْسَ فِي الْغِلْمَانِ غُلَامٌ أَنْظَفَ، يَعْنِي مِنْهُ، فَأَخَذَهُ فَقَتَلَهُ، فَنَفَرَ مُوسَى عِنْدَ ذَلِكَ، وَقَالَ: {أَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ؟ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا، قَالَ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا}؟ قَالَ: فَأَخَذَتْهُ ذَمَامَةٌ مِنْ صَاحِبِهِ، وَاسْتَحَيَا، فَقَالَ: {إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا، فَلَا تُصَاحِبْنِي، قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ}لِئَامًا، {اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا}، وَقَدْ أَصَابَ مُوسَى جَهْدٌ فَلَمْ يُضَيِّفُوهُمَا، {فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ، فَأَقَامَهُ}، قَالَ لَهُ مُوسَى: مِمَّا نَزَلَ بِهِمْ مِنَ الْجَهْدِ: {لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا قَالَ هَذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ} فَأَخَذَ مُوسَى بِطَرَفِ ثَوْبِهِ، فَقَالَ: حَدِّثْنِي، فَقَالَ: {أَمَّا السَّفِينَةُ، فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ}، {وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا}، فَإِذَا مَرَّ عَلَيْهَا، فَرَآهَا مُنْخَرِقَةً، تَرَكَهَا، وَرَقَّعَهَا أَهْلُهَا بِقِطْعَةِ خَشَبَةٍ، فَانْتَفَعُوا بِهَا، وَأَمَّا الْغُلَامُ، فَإِنَّهُ كَانَ طُبِعَ يَوْمَ طُبِعَ كَافِرًا، وَكَانَ قَدْ أُلْقِيَ عَلَيْهِ مَحَبَّةٌ مِنْ أَبَوَيْهِ، وَلَوْ أَطَاعَاهُ، لَأَرْهَقَهُمَا {طُغْيَانًا وَكُفْرًا}،{فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا}، وَوَقَعَ أَبُوهُ عَلَى أُمِّهِ، فَعَلِقَتْ، فَوَلَدَتْ مِنْهُ خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا، {وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا}"۔[2]

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: نوف شامی یہ کہتا ہے کہ وہ موسیٰ جو خضر سے ہم نشین ہوئے تھے، بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں تھے، وہ کوئی دوسرے موسیٰ ہیں، تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جو کہ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، نے کہا کہ اے سعید! کیا وہ ایسا ہی کہتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ میں نے خود اس کو ایسے کہتے ہوئے سنا ہے، تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (وہ) اللہ کا دشمن جھوٹ بولتا ہے، ہم کو حضرت ابی بن کعب نے نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہم پر اور حضرت صالح علیہ السلام پر رحم فرمائے، اللہ تعالیٰ ہم پر اور قومِ عاد کے بھائی (حضرت ہود علیہ السلام) پر رحم فرمائے، پھر فرمایا: حضرت موسیٰ (ایک دن) بنی اسرائیل میں خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے (جس سے لوگوں کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہوگئے اور دل نرم پڑ گئے، جب آپ واپس پلٹے، تو ایک شخص آپ کے پیچھے آیا اور پوچھا: کیا آپ سے بڑھ کر بھی روئے زمین پر کوئی عالم ہے؟[3])، تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا کہ روئے زمین پر سب سے زیادہ جاننے والا میں ہی ہوں، پھر اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ روئے زمین پر میرے بندوں میں سے ایک بندہ تم سے زیادہ جاننے والا ہے، (موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: اے میرے پروردگار! میری ان سے کیسے ملاقات ہوگی؟[4]) تو ان سے کہا گیا کہ ایک بھنی ہوئی مچھلی کو برتن میں رکھو (اور مجمع البحرین کی طرف چل پڑو[5])، جب اس مچھلی کو نہ پاؤ تو سمجھ لینا کہ وہ بندہ وہیں ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ایک مچھلی ایک برتن میں رکھ لی، اور اپنے ساتھی کے سپرد کر دی۔ وہ دونوں چلے، (یہاں تک کہ جب پتھر کے پاس پہنچے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس آدمی (حضرت خضر علیہ السلام) کی تلاش میں نکل گئے، (ایک روایت میں ہے کہ پتھر پر سر رکھ کر سوگئے، مچھلی برتن سے نکل گئی اور دریا میں اس نے راستہ بنالیا، اللہ تعالیٰ نے اس پر پانی کا بہاؤ روک لیا اور

وہ طاق کی مانند ہو گیا[6]۔ موسیٰ علیہ السلام کے خادم کو تعجب ہوا، اور اس نے کہا کہ ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی خبر دوں گا، لیکن شیطان نے ان کو یہ بتانا بھلوا دیا۔ پھر وہ دونوں چلتے رہے، جب صبح ہوئی، تو موسیٰ علیہ السلام نے تھکاوٹ اور بھوک محسوس کی اور اپنے خادم سے کہا کہ ناشتہ لاؤ، بیشک ہم اپنے اس سفر سے تھک گئے ہیں، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اور موسیٰ جب تک کہ اس جگہ سے آگے نہیں گئے، جس کا حکم دیا گیا تھا، اس وقت تک انہوں نے کچھ تکلیف و بھوک محسوس نہیں کی۔ ان کے خادم نے کہا کہ کیا آپ نے دیکھا، جب ہم پتھر کے پاس بیٹھے تھے، تو میں مچھلی کا واقعہ کہنا بھول گیا، اور مجھے شیطان نے یہ بات بھلا دی کہ میں اس کا ذکر کروں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہی وہ مقام ہے، جس کی ہم تلاش کر رہے تھے، پھر وہ دونوں اپنے قدموں پر لوٹ گئے، پس جب اس پتھر تک پہنچے، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی کپڑا اوڑھے ہوئے تھا، (موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا، تو اس نے کہا: اس مقام میں سلام کہاں ؟[7]) موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں (یہاں کا رہنے والا نہیں ہوں) موسیٰ ہوں، خضر علیہ السلام نے کہا: بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ مجھے بتایا گیا کہ آپ کو علم (کثیر) دیا گیا ہے، میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، (خضر علیہ السلام نے کہا: اے موسیٰ ! میں اللہ کے علم میں سے ایک ایسے علم پر (حاوی) ہوں کہ تم اسے نہیں جانتے، وہ اللہ نے مجھے سکھایا ہے اور تم ایسے علم پر حاوی ہو، جو اللہ نے تمہیں تلقین کیا ہے کہ میں اسے نہیں جانتا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: کیا میں اس امید پر تمہارے ہمراہ رہوں کہ جو کچھ ہدایت تمہیں سکھائی گئی ہے، مجھے بھی سکھلا دو[8])، انہوں نے کہا کہ میرے ساتھ رہ کر میری باتوں پر ہرگز صبر نہ کر سکو گے، اور آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں جس کا آپ کو علم نہیں دیا گیا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: انشاء اللہ ! تم مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں کسی بات میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا، پھر اس شخص (حضرت خضر علیہ السلام) نے کہا: اگر آپ میری پیروی کرنا چاہتے ہیں، تو پھر آپ نے مجھ سے کسی چیز کے بارے میں اس وقت تک دریافت نہیں کرنا، جب تک کہ میں اس کا خود ذکر نہ کر دوں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر وہ دونوں دریا کے کنارے کنارے چلے (ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی)، اتنے میں ایک کشتی ان کے پاس سے گذری، (چونکہ خضر علیہ السلام کو بعض کشتی والوں نے پہچان لیا، اس لیے انہیں بے اجرت بٹھا لیا[9])۔ پھر خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کا قصد کیا اور اسے اکھیڑ ڈالا، موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے: ان لوگوں نے ہم کو بے کرایہ بٹھا لیا اور تم نے ان کی کشتی کے ساتھ برائی کا قصد کیا، اسے توڑ دیا، تاکہ اس کے لوگوں کو غرق کر دو؟ خضر علیہ السلام نے کہا: کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ میرے ہمراہ رہ کر صبر نہ کر سکو گے، موسیٰ نے کہا: جو میں بھول گیا، اس کا مؤاخذہ مجھ سے نہ کرو اور میرے کام میں مجھ پر تنگی نہ کرو، (نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: یہ پہلی بار موسیٰ علیہ السلام سے بھول کر قابل اعتراض بات ہوگئی۔ پھر اسی اثنا میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے ایک چونچ دریا میں لگائی، خضر علیہ السلام بولے کہ اے موسیٰ! میرے علم اور تمہارے علم نے اللہ کے علم سے اس چڑیا کی چونچ کی مقدار بھی کم نہیں کیا ہے[10])۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پھر وہ دونوں کشتی سے اتر کر چلے، تو ایک لڑکا ملا، جو دوسرے لڑکوں کے ہمراہ کھیل رہا تھا، ان میں سے وہ سب سے نازک تھا، خضر علیہ السلام نے اس کو قتل کر ڈالا، موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو کہا کہ ایک بے گناہ بچے کو بے وجہ قتل کر دیا؟ خضر علیہ السلام نے کہا: میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ہمراہ رہ کر ہرگز صبر نہ کر سکو گے ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کسی امر کی بابت دریافت کیا، تو آپ میرے ساتھ نہ رہیں، کیونکہ آپ کو میری طرف سے عذر پہنچ چکا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: پھر وہ دونوں چلے، حتیٰ کہ ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس پہنچے، وہاں کے رہنے والوں سے انہوں نے کھانا مانگا، ان لوگوں نے ان کی

مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا، پھر وہاں ایک دیوار ایسی دیکھی، جو گرنے کے قریب تھی، خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس کو سہارا دیا اور اس کو درست کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: ہم نے ان سے کھانا کھانے کے لیے مانگا، انہوں نے انکار کر دیا، مہمان نوازی کے لیے کہا، تب بھی انکار کر دیا، اگر تم چاہتے، تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے۔

خضر علیہ السلام بولے کہ (بس، کافی ہو گیا) یہی ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے، تو اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے کپڑا کا ایک کنارہ پکڑ لیا، اور کہا کہ مجھے ان تمام اشیاء کی حقیقت بتائیں، تو خضر بولے: میں آپ کو ان چیزوں کی حقیقیت کے بارے میں بتاتا ہوں، جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا، کشتی مسکین بچوں کی تھی، جو دریا میں کام کرتے تھے، لیکن ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا، جو ہر صحیح و سالم کشتی کو غصب کر لیتا تھا، تو جب اس بادشاہ نے اس کشتی کو ٹوٹا ہوا دیکھا، تو اسے چھوڑ دیا، تاہم بعد میں ان ماکین نے وہ لکڑی جس کو اس سے الگ کیا گیا تھا، کو اس کشتی پر واپس لگا کر نفع حاصل کر لیا۔ اور رہا بچہ جو قتل کیا گیا، وہ طبعاً کافر تھا، اور اس کے والدین اس سے محبت کرتے تھے، اگر وہ اس بچے کی پیروی کرتے، تو اس کے والدین بھی سرکش اور کافر بن جاتے تھے، اس لیے ہم نے چاہا کہ ہم ان کو اس سے بہتر اولاد دیں، جو ان سے رحم دلی سے پیش آئے (آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا کہ) ان کے والدین کو ایک صاف ستھرا، پاکیزہ اور رحم دلی میں اس پہلے سے بہتر بچہ نصیب ہوا۔ اور دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی، جس کے نیچے ان کے نیک وصالح باپ نے خزانہ دفنایا تھا، تو تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ یہ سب میں نے اپنے مرضی سے نہیں کیا (بلکہ اللہ تعالیٰ کی چاہت پر کیا) یہی وہ امور تھے، جن پر آپ صبر نہیں کر سکے۔ (نبی محتشم ﷺ نے یہاں تک بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، ہم یہ چاہتے تھے کہ کاش موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان کا مزید قصہ ہم سے بیان فرماتا[11])۔

تاریخی مباحث:

درج بالا قصہ میں تین بنیادی کردار ہیں: 1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام 2۔ آپ کا شاگرد 3۔ حضرت خضر علیہ السلام

1۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعارف:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت قرآن وحدیث میں کثیر واقعات وقصص موجود ہیں، آپ پر کثیر آزمائشیں آئیں، بڑی جوانمردی سے قومِ فرعون کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ امام مقدسی نے آپ کا نسب نامہ '' موسیٰ بن عمران بن یصھر بن قاھث بن لاوی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم '' بیان کیا ہے۔[12]

احوال و آثار:

آپ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے، موسیٰ علیہ السلام مصر میں پیدا ہوئے، یہ وہ دور تھا، جب مصر میں ایک نہایت متعصب خاندان برسرِ اقتدار تھا، آپ علیہ السلام کے زمانہ میں جو مصر کا بادشاہ اور فرعون تھا[13]، اس کا نام ابو مرّہ ولید بن مصعب تھا، جو عمالقی تھا۔[14] فرعون اور اس کے وزراء نے ایک دن مذاکرہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے اور بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے، وہ اس سے اس کا ملک چھین لے گا۔ الغرض فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے تمام مذکر بچے ذبح کر دیئے جائیں، تاہم ان کی عورتیں زندہ رکھی جائیں،[15] پس انہوں نے اپنے چیلے بنی اسرائیل کی طرف مامور کیے، جن کے پاس تیز دھاری تلواریں ہوتی تھیں، جو مذکر بچہ پیدا ہوتا، وہ اس کو قتل کر دیتے، اور بنی اسرائیل کے بوڑھے اور بزرگ لوگ اپنی طبعی موت مرتے رہے، کچھ عرصہ بعد انہیں یہ خیال در پیش ہوا کہ

بنی اسرائیل ختم ہو جائیں گے، تو ان کی خدمت کون بجا لائے گا، پھر فرعون نے حکم دیا کہ ایک برس بچے نہ قتل کیے جائیں اور دوسرے برس قتل کیے جائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس برس پیدا ہوئے، جس برس نومولود بچے قتل و ذبح کیے جا رہے تھے، تاہم حضرت ہارون علیہ السلام اس برس پیدا ہوئے، جس برس بچے زندہ رکھے جاتے تھے۔[16] جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حاملہ ہوئیں، تو کسی کو اس امر کا علم نہ ہوا، بعد از ولادت آپ کی والدہ آپ کی دیکھ بھال کرتی رہیں، لیکن جب فرعونیوں کا خوف لاحق ہوا، تو اللہ تعالیٰ کی منشا و چاہت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں رکھ کر پانی میں بہا دیا، آپ کی والدہ کا دل اس پر بے صبری کا اظہار کر رہا تھا، قریب تھا کہ آپ لوگوں کو ان کی بابت بتا دیتیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوتِ برداشت عطا کی، بعد ازاں موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو کہا کہ اس صندوق کے پیچھے پیچھے چلی جا، دیکھ اس کے ساتھ کیا معاملہ درپیش ہوا چاہتا ہے، فرعون کے کچھ لوگوں نے اس صندوق کو پانی میں دیکھا، تو اٹھا لیا، اور اس صندوق کو جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، کو فرعون کے سامنے پیش کیا، فرعون اس بچہ کے قتل کے احکامات دینے کو ہی تھا، کہ اس کی بیوی آسیہ بن مزاحم[17] نے کہا کہ یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس کو قتل نہ کرنا، شاید کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنا لیں، فرعون کو یہ بات بھلی لگی، تاہم وہ سب انجام سے بالکل ناواقف تھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے پہلے ہی سے اس پر (دائیوں کے) دودھ حرام کر دیئے تھے تو موسیٰ کی ہمشیرہ نے کہا کہ میں تمہیں ایسے گھر والوں کی بابت رہنمائی کرتی ہوں کہ تمہارے لئے اس بچے کو پال پوس کر بڑا کریں، اور اسکی خیر خواہی (سے پرورش) کریں، پس ہم نے اس طرح ان کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا کہ انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم زدہ نہ ہوں، اور ان کو پختہ علم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔[18]

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے، تو ایک دن شہر میں داخل ہوئے، دو آدمیوں کی لڑائی میں جس کو ظالم سمجھا، اس کو مکا مارا، وہ اسی مکا سے مر گیا، موسیٰ علیہ السلام اس کو قتل کرنا نہیں چاہتے تھے لیکن وہ مکا مارنے سے فوت ہو گیا۔ پھر دوسرے دن موسیٰ علیہ السلام نے شہر میں دیکھا کہ وہی شخص جس نے گذشتہ دن ان سے مدد مانگی، آج پھر مدد طلب کر رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا تو ہی حقیقت میں قصوروار ہے کہ روزانہ لڑتا رہتا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اس کا مؤاخذہ کریں، تو وہ کہنے لگا: اے موسیٰ! تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟ جس طرح تم نے کل ایک شخص کو قتل کیا تھا، جب فرعون کو اس کی بابت خبر مل گئی کہ کل کا قتل موسیٰ علیہ السلام نے کیا ہے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے صلاح و مشورہ شروع کیا۔ ابھی مشاورت ہو ہی رہی تھی کہ ایک شخص شہر سے دوڑتا ہوا آیا، اور موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ فرعون تمہیں قتل کرنے کے لئے صلاح و مشورہ کر رہا ہے، تم شہر سے فوراً چلے جاؤ، موسیٰ علیہ السلام فوراً شہر سے نکل گئے، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے میرے رب! مجھے ظالم قوم سے نجات دے، اللہ کی رہنمائی سے مدین پہنچ گئے، انہوں نے ایک کنویں پر دیکھا کہ بہت سے لوگ اپنے اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، لیکن دو لڑکیاں کچھ فاصلہ پر اپنے جانوروں کو لئے کھڑی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں کے جانوروں کو پانی پلا دیا اور اس کے بعد ایک طرف سایہ میں آکر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی آئی اور کہنے لگی: میرے والد نے آپ کو بلایا ہے تاکہ وہ آپ کو جانوروں کو پانی پلانے کی اجرت دیں۔ موسیٰ علیہ السلام اس لڑکی کے والد یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان سے اپنا قصہ بیان کیا، پورا قصہ سننے کے بعد انہوں نے کہا: ڈرو نہیں، تمہیں ظالم قوم سے نجات مل گئی۔ پھر ان لڑکیوں میں ایک نے اپنے والد سے کہا کہ انہیں اپنے پاس بطور ملازمت رکھ لیجئے اس لئے کہ بہترین شخص وہ ہے، جو طاقتور بھی ہو اور امانت دار بھی ہو۔ والد (شعیب علیہ السلام) نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا نکاح تم سے اس شرط پر کر دوں کہ تم آٹھ سال تک میرے ہاں نوکری کرو اور اگر تم دس سال نوکری کرو، تو یہ تمہاری طرف سے ہے، میں تمہیں تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا ہوں، موسیٰ

علیہ السلام نے یہ معاہدہ منظور کرلیا اور مدت پوری کی۔[19]

بعد ازاں جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! میری آیات لے کر فرعون کے پاس جاؤ، وہ بہت سر کش ہوگیا ہے، اس سے کہو کہ ہم رب العالمین کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور ان سے یہ بھی کہو کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے،[20] اور ان پر ظلم نہ کرے، الغرض موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے فرعون اور ان کی ظالم قوم کو اللہ کا پیغام پہنچادیا، تاہم فرعون نے نہ صرف انکار کیا، بلکہ خود الوہیت کا دعویٰ کردیا۔ اس کے بعد فرعون اور قومِ فرعون یکے بعد دیگرے مختلف عذاب میں گرفتار ہوئے، ان تکالیف کا مقصد یہ تھا کہ وہ مخالفت چھوڑ دیں اور ایمان لے آئیں، جو عذاب قومِ فرعون پر وارد ہوئے، وہ یہ ہیں: (۱) سب سے پہلا عذاب جو ان پر نازل ہوا، وہ قحط کا عذاب تھا، (۲) طوفان، (۳) ٹڈیوں، (۴) جوؤں، (۵) مینڈکوں (۶) خون کا عذاب۔ ہر مرتبہ قومِ فرعون یہی کہتی کہ اے موسیٰ! اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہم پر سے یہ عذاب ٹال دے، اگر اس نے یہ عذاب ٹال دیا، تو ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ بھیج دیں گے۔ جب وہ عذاب ٹل جاتا، تو وہ وعدہ خلافی کرتے تھے۔ اور ایمان نہ لاتے، اور اپنی دولت اور سیادت پر فخر وناز کرتے رہے۔[21]

جب فرعون نے بنی اسرائیل کے مؤمنین کو ختم کرنے کا عزمِ مصمم کیا، تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت یہاں سے روانہ ہوجاؤ، جب فرعون کو یہ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے ساتھ نکل چکے ہیں، تو اپنے لشکر کے ساتھ صبح کے وقت ان کا تعاقب کیا۔ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی چلتے رہے حتی کہ سمندر کے کنارے جا پہنچے، تو فرعون بنی اسرائیل کے قریب ہوا، تو بنی اسرائیل نے کہا: اب ہم پکڑے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو، انہوں نے سمندر پر لاٹھی ماری، سمندر پھٹ گیا اور دونوں طرف ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ پانی کے بڑے بڑے پہاڑ کھڑے ہیں۔[22] جب موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے سمندر میں سے گزر کر سمندر پار کیا، تو فرعون بھی بمعہ افواج پہنچ گیا، فرعون اور ان کے لشکر نے بھی سمندر کے ان راستوں میں چلنا شروع کیا، جب بنی اسرائیل نکل چکے اور قومِ فرعون کا آخری فوجی سمندر میں داخل ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کے پانی کو حکم دیا، جو رکا ہوا تھا، وہ بہنا شروع ہوگیا۔ اس طرح فرعون اور اس کا لشکر سب غرق ہوگئے۔ جب فرعون ڈوبنے لگا، تو کہنے لگا: میں موسیٰ اور ہارون کے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب ایمان لانے کا کیا فائدہ؟ اس سے پہلے جب زندگی بخشی تھی، تو نافرمانی کرتا رہا، پس آج ہم تیرے بدن کو بچالیں گے تاکہ بعد میں آنے والوں کے لئے ایک عبرتناک نشانی ہو۔[23]

وفاتِ موسیٰ علیہ السلام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ملک الموت پہلے سب کے سامنے آکر روح قبض کیا کرتے تھے[24]، جب ملک الموت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئے اور ان سے کہا: اپنے رب کی دعوت قبول کریں، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک طمانچہ مار کر ان کی آنکھ پھوڑ دی، وہ پروردگار کے پاس واپس جا کر کہنے لگے کہ آپ نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیج دیا، جو مرنا نہیں چاہتا، آپ کے بندے نے میری آنکھ پھوڑ دی، (اگر وہ آپ کی ان پر مہربانی نہ ہوتی، تو میں بھی ان کو سخت جواب دیتا ([25] اللہ نے ان کی آنکھ واپس لوٹادی اور فرمایا: ان کے پاس واپس جا کر ان سے کہو کہ آپ زندگی چاہتے ہیں؟ اگر زندگی چاہتے ہیں تو ایک بیل کی پشت پر ہاتھ رکھ دیں، ان کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، ہر بال کے بدلے ان کی عمر میں ایک سال کا اضافہ ہوجائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ اے پروردگار پھر کیا ہوگا؟ فرمایا: پھر موت آئے گی، انہوں نے کہا: تو پھر ابھی سہی۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ انہیں ایک پتھر پھینکنے کی مقدار کے برابر بیت المقدس کے قریب کردے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں راستے کی جانب ایک سرخ

ٹیلے کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دکھاتا۔[26]

یوں تو حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے متعلق قرآن وحدیث میں کثیر واقعات موجود ہیں، بلکہ مفسرین و شارحین نے اس پر عظیم و وسیع ذخیرہ مرتب کیا ہے، تاہم مقالہ نگار اسے بسببِ طوالت پیش کرنے سے قاصر ہے، بہرحال آپ اللہ تعالیٰ کے نہایت برگزیدہ نبی ورسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے مشہور آسمانی کتاب "تورات" آپ پر ہی نازل کی ہے۔

2۔ آپ کے شاگرد کا تعارف

درج ذیل حدیثِ نبوی ﷺ سے واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا روایت میں نبی علیہ السلام کا نام یوشع تھا:

"إِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُحْبَسْ عَلَى بَشَرٍ إِلاَّ لِيُوشَعَ لَيَالِيَ سَارَ إِلَى بَيْتِ الْمَقْدِسِ"[27]

"سوائے یوشع (علیہ السلام) کے اور کسی کے لئے سورج کو محبوس نہیں کیا گیا، ان کے ساتھ یہ واقعہ ان دنوں میں پیش آیا تھا، جب انہوں نے بیت المقدس کی طرف پیش قدمی کی تھی۔"

درج بالا قصۃ الحدیث اور اس حدیث سے دو امور واضح ہوتے ہیں ایک یہ کہ حضرت یوشع بن نون نبی تھے، دوسرا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام ہی وہ نبی ہیں، جن کے لیے سورج روکا گیا، انہی کی طرف بعض اہل کتاب تورات منسوب کرتے ہیں، ان علماءِ اہل کتاب کی رائے کے مطابق تورات حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی تصنیف ہے۔[28] حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے نسب نامہ کی بابت امام ابن کثیر رقمطراز ہیں:

يوشع بن نون بن أفرائيم يوسف بن يعقوب بن إسحق بن إبرهيم الْخَلِيلِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَأَهْلُ الْكِتَابِ يَقُولُونَ يُوشَعُ ابن عَمِّ هُودٍ.[29]

یوشع بن نون بن افرائیم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم خلیل علیہم السلام، اور اہلِ کتاب ان کو حضرت ہود علیہ السلام کا چچازاد بھائی کہتے ہیں۔

علامہ مقدسی نے بیان کیا ہے کہ یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھانجے حضرت ذوالکفل علیہ السلام ہیں، مزید برآں آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وہی شاگرد ہیں، جو ملاقاتِ خضر علیہ السلام کے سفر میں آپ کے ساتھ رہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے وقت آپ نے موت کی تمنا کی، تاہم بعد از وفاتِ موسیٰ علیہ السلام خلیفہ قرار پائے، اپنے عہد کے ولی تھے، اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔[30]

جراءت وبہادری، وفات اور قرآن کریم میں ذکر:

آپ نے بلقاء کے بادشاہ "بالق" اور کنعانیوں کے بادشاہ "سمیدع بن ہوبر" سمیت ملکِ شام کے (31) اکتیس بادشاہوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا، چالیس برس بطور نبی و بادشاہ امور سلطنت سرانجام دیے، آپ کے بعد کالب بن یوفنا خلیفہ ہوئے،[31] مزید برآں ان دونوں کا ذکر بغیر صراحت کے قرآن کریم میں بھی مذکور ہے۔[32] علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نبی ہیں، حضرتِ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے دنیا سے پردہ فرمانے کے چالیس سال بعد اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مبعوث فرمایا، انہوں نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے قومِ جبارین سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ بنی اسرائیل نے ان کی تصدیق کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ پھر انہوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ اریحا)[33] نامی بستی (کا قصد فرمایا، اُن کے پاس تابوتِ میثاق بھی تھا، انہوں نے چھ ماہ تک اس بستی کا احاطہ کئے رکھا، ساتویں ماہ اس بستی کی دیواریں گرانے میں کامیاب ہوئے، تو انہوں نے بستی میں داخل ہو کر قومِ جبّارین سے جہاد شروع کر دیا۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ پورے دن جہاد ہوتا رہا لیکن ابھی جہاد مکمل نہ ہوا تھا۔ قریب تھا کہ سورج غروب ہو جاتا اور ہفتہ کی رات شروع ہو جاتی (ان کی شریعت

میں ہفتے کو جہاد جائز نہ تھا،([34]چنانچہ حضرت سیّدُنا یوشع علیہ السلام کو خوف ہوا کہ کہیں اُن کی قوم عاجز نہ آجائے۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: اے باری تعالیٰ! سورج کو واپس لوٹا دے! انہوں نے سورج سے کہا: تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مامور ہے اور میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں، یعنی تو غروب ہونے پر مامور ہے اور میں نماز پڑھنے پر، یا غروب سے پہلے قتال کرنے پر مامور ہوں، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سورج کو ٹھہرا دیا اور غروبِ آفتاب سے قبل انہیں فتح نصیب ہو گئی۔[35] امام ساعاتی کی تحقیق کے مطابق جو حدیث سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ جب حضرت یوشع بن نون علیہ السلام بیت المقدس فتح کر رہے تھے، تو ان پر سورج روکا گیا تھا،[36] لہٰذا مذکورہ بالا قصہ بیت المقدس کی فتح کی بابت ہے نہ کہ اریحا نامی بستی کے متعلق۔[37]

بقول خلیل احمد حازم حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی قبر مبارک پاکستان کے ضلع گجرات ،موضع ٹبہ دھمتھل، کڑیانوالہ تا ٹانڈا روڈ پر واقع ہے، مزید بر آں مزار پر تختی بھی آپ کے نام کی لگی ہوئی ہے۔[38]

3۔ حضرت خضر علیہ السلام کا تعارف:

لفظِ" خضر "کی بابت علماءِ لغت نے فرمایا ہے کہ اس کو خَضِر، خَضر، خِضر پڑھ سکتے ہیں۔[39]

بقول امام ابن حجر عسقلانی حضرت خضر علیہ السلام کے نام کی بابت (۱۰) دس اقوال ہیں، جن میں سے زیادہ مشہور و معروف نام" بليا بن ملكان "ہے، آپ کی کنیت ابو العباس اور لقب خضر ہے۔[40] امام ابن حجر عسقلانی، امام وہب بن منبہ، قتیبہ و نووی کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام کا نسب نامہ" بليا بن ملكان بن فالغ بن شالخ بن عامر بن ارفخشذ بن سَام بن نوح "ہے۔[41]

خضر علیہ السلام کون تھے؟:

حضرت خضر علیہ السلام کون تھے، اس کی بابت امام ابن حجر عسقلانی نے تین اقوال ذکر کیے ہیں:

1۔ فرشتہ، جو انسانوں کی شکل اپنائے ہوئے ہے۔

2۔ عظیم الشان ولی ہیں۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ نبی ہیں، جمہور علماء و محققین اسی کے قائل ہیں کہ آپ نبی تھے،[42] مزید بر آں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "یہ سب کچھ میں نے اپنے مرضی سے نہیں کیا (بلکہ اللہ تعالیٰ کی چاہت پر کیا)"[43] سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نبی تھے۔ بہرحال آپ کا لقب "خضر" اس لیے ڈالا گیا کہ خضر کا معنیٰ و مفہوم سرسبز و شاداب کے ہیں، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت خضر علیہ السلام ایک خشک زمین پر بیٹھے، اور جب اٹھے تو وہی خشک زمین سرسبز و شاداب ہو گئی، پس اسی وجہ سے آپ کو خضر کا لقب دیا گیا۔[44]

کیا حضرت خضر علیہ السلام ابھی بھی زندہ ہیں؟:

بقول امام نووی حضرت خضر علیہ السلام کی حیات میں اختلاف ہے، کثیر علماء فرماتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں، ہمارے ہاں موجود ہیں، اور صوفیاء، اہل اصلاح و معرفت کا اس پر اتفاق ہے، حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھنے، ان سے اخذ و استفادہ کرنے، سوال و جواب کرنے کی بابت کثیر حکایات موجود ہیں، جن کا گردانا ایک مشکل امر ہے۔ شیخ ابو عمرو بن الصلاح نے بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ جمہور علماء صالحین سے لے کر بعض عوام الناس تک ، کے ہاں زندہ ہیں، جبکہ بعض محدثین اس کے انکاری نظر آتے ہیں، تاہم امام ابن حجر عسقلانی حیاتِ استمراری کے قائلین کا مناقشہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ کسی بھی طالبِ حدیث ،جو نقدِ حدیث کا ادنیٰ سا بھی اہتمام کرتا ہو، کے ہاں یہ امر مخفی نہیں ہے کہ تمام احادیث مرفوعہ و موقوفہ جو حضرت خضر علیہ السلام کی استمراری حیات پر دلالت کرتی ہیں، اور تمام حکایات و اخبار و قصص جو آپ کے استمراری حیات کی بابت وارد ہوئے ہیں، قابلِ حجت نہ ہیں۔[45] خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کثیر صوفیا و اہلِ اصلاح حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں، جبکہ محدثین میں سے علوم حدیث کے

بعض ماہرین آپ کی استمراری حیات کے قائل نہ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

تہذیبی و دعوتی مباحث:

اس قصّہ سے درج ذیل تہذیبی و دعوتی مباحث کا حصول ہوتا ہے:

تمام انبیاء علیہم السلام معصوم عن الخطاء ہیں:

حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جو دلالت کرے کہ موسیٰ علیہ السلام نے تکبر کیا، بلکہ آپ علیہ السلام تو اولی العزم رسل میں سے ہیں، کلیم اللہ ہیں، آپ علیہ السلام پر تورات نازل کی گئی اور بعض علماء آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد افضلیت میں دوسرا درجہ دیتے ہیں [46] اور جن کی یہ شان ہو وہ متکبر نہیں ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا عصمت انبیاء کے خلاف کلام نہیں کرنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام کی بابت تو دور کی بات مطلق بدگمانی کی بابت نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيثِ۔[47]''

'' بدگمانی سے بچو کہ یہ بدترین جھوٹ ہے۔''

عالم تنازع ختم کروائے:

عالم پر لازم ہے کہ وہ جھگڑا ختم کرائے، جیسا کہ حضرت ابی بن کعب نے دونوں کے درمیان تنازع کو حدیث بیان کر کے ختم کرایا۔ فرمان الٰہی ہے:

''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔[48]''

''بے شک تمام مومنین آپس میں (دینی) بھائی ہیں، تو اپنے بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اللہ تعالیٰ کے صالحین سے ملاقات کرنے میں جلدی:

اللہ تعالیٰ کے صالحین سے ملاقات کرنے میں جلدی کرنی چاہیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تہذیب و ثقافت میں بھی بعض اوقات اس امر کو سرانجام دیا جاتا تھا، جیسا کہ وحی ملتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے مشتاق ہوگئے۔ جس بندے سے سب سے زیادہ علم والے کے بارے میں پوچھا جائے، اس کو چاہیے کہ کہے: اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ۔''[49]

''ہر جاننے والے سے بڑا ایک عالم ہے۔''

طلب علم میں سفر:

علم حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا، فضیلت والا کام ہے، اسی لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سفر کیا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تہذیب و ثقافت میں بھی طلبِ علم کے لیے اسفار ہوتے تھے، طلبِ علم کے حصول میں مشقت کی بابت رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ فَأَدْرَكَهُ، كَانَ لَهُ كِفْلَانِ مِنَ الْأَجْرِ، فَإِنْ لَمْ يُدْرِكْهُ، كَانَ لَهُ كِفْلٌ مِنَ الْأَجْرِ۔ ''[50]

''جو آدمی علم کا طالب ہو اور اسے علم حاصل بھی ہوگیا، تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور اگر اسے علم حاصل نہ ہو تو اس کو ایک حصہ ثواب ملے گا۔''

دو ثواب اس طرح ملیں گے کہ ایک ثواب تو طلبِ علم اور اس کی مشقت و محنت کا ہوگا، جو اس نے حصول علم کے سلسلے میں اٹھائی ہیں اور دوسرا ثواب علم کے حاصل ہونے کا، اور پھر دوسروں کو علم سکھلانے کا ہوگا، یا دوسرا ثواب عمل کا ہوگا، جو اس نے علم پر کیا ہے۔ ہاں اس آدمی کو جسے اس کی طلب اور کوشش کے باوجود حاصل نہیں ہوا صرف ایک ثواب اس کی محنت و مشقت ہی کا ملے گا۔ بہر حال اتنی بات تو طے ہے کہ بہتر تقدیر کے لیے

طلب علم میں دل لگی و دل جمی سے کام لینا چاہیے، اگر علم حاصل ہو گیا، تو نور علیٰ نور کہ اسے دو ثواب ملیں گے اور اگر علم حاصل نہ ہوا، تو یہی کیا کم ہے کہ طلب علم میں مر جانا بھی سعادت ہے۔

اہل فضل و علم سے اخذ و استفادہ اور ان کی خدمت کرنا مشروع و مستحب ہے:

عالم کا اپنے سے زیادہ علم والے سے استفادہ کرنا مستحب ہے، جیسا کہ حدیث مذکور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا، کیونکہ علم ایسا دریا ہے، جس کا کنارہ نہیں، اس سے علم میں وسعت آئے گی، شرمندگی و رسوائی طلبِ علم میں حائل ایک رکاوٹ کا درجہ رکھتی ہے، پس بے جھجک خود سے بڑے عالم سے استفادہ کرنا چاہیے۔ نیز اہل فضل و علم کی خدمت کرنا، مشروع و مستحب ہے، جیسا کہ حدیث مذکور میں حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے طلب علم کے سفر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کی۔ ایسے ہی سفر کے لیے زادِ راہ لے لینا چاہیے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے شاگرد یوشع بن نون علیہ السلام نے لیا۔

معلم کا اپنے شاگرد کے معاملے میں تحمل مزاجی سے کام لینا:

معلم کو اپنے شاگرد کے معاملے میں صبر و تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے بتایا کہ وہ مچھلی کے معاملے کی خبر دینا بھول گئے تھے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگزر فرمایا۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام نے کئی مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احتجاج کے باوجود صبر کا مظاہرہ کیا۔ اور صالحین کو بھولنے والے کا عذر قبول کر لینا چاہیے، کیونکہ بھول جانے میں انسان کا کوئی چارہ نہیں۔

طالب علم کا معلم کو اپنے زعم کے مطابق صبر کی اطلاع دینا:

طالب علم کو چاہیے کہ وہ معلم کو اپنے زعم کے مطابق صبر کی اطلاع دے۔ جیسا کہ حدیث مذکور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو دی۔ وہ علم جو حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کیا گیا، ایک خاص علم تھا۔ ہر وہ کام جس کو انسان سمجھتا ہے کہ وہ اس کو کر لے گا، فی الحقیقت ضروری نہیں کہ وہ اسے کر ہی لے گا، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کو خبر دی کہ وہ اس علم کو حاصل کرنے پر قادر ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت کے پیشِ نظر صبر نہ ہو سکا۔ لہٰذا عصمت انبیاء کے خلاف کلام نہیں کرنا چاہیے۔ انبیاء تو دور کی بات مطلق بدگمانی کی بابت نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے۔[51]

کسی کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہنا:

کسی کام کا ارادہ کرتے وقت ان شاء اللہ کہہ لینا چاہیے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے جواب میں فرمایا تھا" :إن شاء الله "(اگر اللہ نے چاہا)۔" إن شاء الله "کہنے سے مقصود کے حصول کی امید کی جا سکتی ہے، جبکہ نا کہنے میں مقصود کے فوت ہونے کا اندیشہ موجود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ذرے سے کمتر بھی کوئی چیز حرکت نہیں کر سکتی، لہٰذا ہمیں اپنے امور کو" إن شاء الله "یعنی "اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا" کے ساتھ خاص کر دینا چاہیے۔ یہ امر بھی ناقابلِ التفات ہے کہ دورِ حاضر سوشل میڈیا کا دور ہے، بالخصوص پاکستان میں سوشل میڈیا پر اس وقت یہ چیز پڑھنے کو عام ملتی ہے کہ" إنشاء الله "لکھنا درست نہیں، کیونکہ اس کے معنیٰ "اللہ تعالیٰ پیدا کیا گیا، یا پیدا ہوا" کے ہیں۔ معاذ اللہ! درحقیقت یہ لسانِ عرب سے جہالت کا نتیجہ ہے، حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہے، کیونکہ کسی بھی زاویہ سے اس کا یہ معنیٰ "اللہ تعالیٰ پیدا کیا گیا، یا پیدا ہوا" نہیں بنتا، نیز بالفرض اگر یہ معنیٰ ہوتا، تو کیا مفتیانِ اسلام اس پر خاموش رہتے، کیا ایسے لکھنے پر عوام کی گرفت نہ کی جاتی؟ کیا جو ایسا لکھتا ہے، اس کے وہم و گمان میں بھی یہ چیز ہوتی ہے؟ پس" إن شاء الله "اور" إنشاء الله "دونوں طرز سے لکھنا جائز ہے۔

اپنے زعم کے مطابق برے افعال کو ناپسند کرنا:

ناپسندیدہ کام دیکھتے وقت اگرچہ فی الحقیقت وہ برا کام نہ ہو، اس کام کو برا سمجھنا چاہیے، جیسا کہ حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے افعال دیکھ کر کیا۔ اسی طرح برا کام دیکھتے وقت انسان کا عہد کو توڑنا جائز ہے، حضرت خضر علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عہد اور شرط تھی کہ جس کام کو وہ دیکھیں گے، احتجاج نہیں کریں گے۔ لہذا حکم ظاہر پر ہی لگایا جائے گا، جب تک کہ اس کے خلاف کوئی واضح دلیل نہ آجائے۔

زیادہ نقصان کے پیش نظر کم نقصان کو اختیار کرنا جائز ہے:

زیادہ نقصان کے پیش نظر کم نقصان کا ارتکاب کرنا جائز ہے، جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کیا، اگر ایسا نہ کرتے، تو ظالم بادشاہ کشتی چھین لیتا۔ بڑی اصلاح کے لیے چھوٹی شے کو فاسد کر سکتے ہیں، جیسا کہ حاذق ڈاکٹر و طبیب مریض کا فاسد ہاتھ اس وجہ سے کاٹ دے، تاکہ مرض بقیہ جسم کی طرف سرایت نہ کرے، یا اس مرض سے کسی بڑے خوف یا موت کا اندیشہ ہو۔

مومن کو بھلائی کے کاموں میں رغبت رکھنی چاہیے:

بغیر اجرت کے حضرت خضر علیہ السلام کا دیوار کو کھڑا کرنا، اس بات کا درس دیتا ہے کہ مومن بھلائی کے کاموں میں رغبت رکھتا ہے، کیونکہ اجر عظیم تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا۔ لہذا بوقت ضرورت لوگوں کی مدد کرنا صحیح بلکہ لازم ہے، خاص کر نیکی کے کاموں میں، اسی طرح نیکی میں معاونین کی مذمت نہیں کرنی چاہیے۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار سیدھی کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔''[52]

''اور نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ادب:

اللہ تعالیٰ کا ادب ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اور اسکی طرف برائی کی نسبت نہیں کرنی چاہیے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد نے کہا: میں مچھلی کو بھول گیا تھا اور مجھے شیطان نے بھلایا ہے۔ اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام نے کہا تھا: میں نے ارادہ کیا کہ میں اس (کشتی) کو عیب دار کر دوں۔ ان دونوں جملوں میں فعل کی نسبت شیطان اور متکلم کی طرف کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چاہت پر قادر ہے:

اگرچہ بعض اشیاء کی حکمت عقل کی سمجھ سے باہر ہوتی ہے، لیکن ہر اس شے کو تسلیم کرنا لازم ہے، جو شرع شریف میں وارد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہی اور اپنی مخلوق میں جیسے چاہے، تصرف کر سکتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

''إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔''[53]

''بیشک اللہ (تعالیٰ) ہر چاہت پر قادر ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف عظیمہ میں سے ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے پرندہ دیکھا، جو (اپنی چونچ سے) سے پانی لے رہا تھا، تو حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا: میرا اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا ہی ہے، جیسا کہ پرندے نے سمندر سے اپنی چونچ کے ذریعے پانی لیا۔ لہذا ہماری عقول کا علم خداوندی سے کوئی مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

امورِ مختلفہ:

عالم کا لوگوں کی عقول سے قاصر افعال کی وضاحت کرنا: جن اقوال، افعال یا حرکات کے ظاہر کا شعور نہ ہو، جاننے والے کو اس کی وضاحت کر دینی چاہیے، جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے کاموں کی وضاحت کی۔

طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے استاد پر اعتراض کرنے میں تاخیر کرے: آپ ﷺ کا فرمان کہ اللہ تعالیٰ

موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے، ہم یہ چاہتے تھے کہ کاش موسیٰ صبر کرتے، تو اللہ تعالیٰ ان کا مزید قصہ ہم سے بیان فرماتا۔ اس سے یہی درس ملتا ہے کہ طالب علم کو چاہیے کہ وہ اپنے استاد پر اعتراض کرنے میں تاخیر کرے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ فی الحقیقت استاد درست کام کر رہا ہو۔

اپنے اموال کو محفوظ کرنا: امم سابقہ میں بھی اپنے اموال کی حفاظت کی جاتی تھی، حدیث مذکور میں صالح مرد کا اپنے مال کو چھپانا اس بات کا درس دیتا ہے کہ آدمی جب اپنے مال سے زکوۃ ادا کرتا ہے، تو اپنے مال کو محفوظ کر سکتا ہے۔

بیماری یا تھکاوٹ کے بارے میں اپنے ساتھی کو بتانا: آدمی کو چاہیے کو وہ اپنی بیماری یا تھکاوٹ کے بارے میں اپنے ساتھی کو بتادے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ہم اس سفر کی وجہ سے تھک گئے ہیں، اس سے بدگمانی کا امکان کم ہو جاتا ہے، اور معاملات بخوشی سر انجام پاتے ہیں۔

کشتی کا کرایہ اور سواری جائز ہیں: کشتی کا کرایہ اور سواری جائز ہیں، جیسا کہ حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے اس قصے سے عیاں ہے۔

بادشاہ کا کام اپنی رعایا کی ضروریات کا خیال رکھنا ہے: حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے عہد میں بھی ظالم و غاصب بادشاہ ہوتے تھے، جیسا کہ مذکوہ قصہ سے عیاں ہوتا ہے، تاہم بادشاہ کا کام اپنی رعایا کی ضروریات کا خیال رکھنا ہے، نہ کہ ان کے اموال کو لوٹنا یا ان کے رزق میں تنگی کرنا۔

اولاد کی اصلاح کرنا لازم ہے: صالح والدین اپنی نافرمان اولاد سے خوش نہیں ہوتے ، اسی لیے حضرت خضر علیہ السلام نے مومن والدین کے کافر بچے کو اللہ تعالیٰ کی حکمت سے قتل کر دیا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ گمراہ بیٹے کی موت اس کے والدین کی راحت کا سبب بنی ہو۔ لہذا اولاد کی اصلاح معتبر ہے۔

فصیح و بلیغ اور جاندار وعظ کرنا چاہیے: خطیب پر لازم ہے کہ وہ ایسا فصیح و بلیغ اور جاندار وعظ کرے، جو لوگوں کو عمل کی طرف راغب کرے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث مذکور میں فرمایا۔

سنتِ نبوی ﷺ حجتِ عظیم ہے: سنت قرآن کی وضاحت کرتی ہے۔ حدیث مذکور میں کئی اہم باتیں جو قرآن مجید میں مذکور قصۂ خضر و موسیٰ علیہما السلام میں نہیں تلاش کی جا سکتیں، نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمادیں۔ لہذا سنتِ نبوی ﷺ حجتِ عظیم ہے اور اس کی بابت دلائل بے شمار ہیں۔

خلاصۂ کلام:

قصص القرآن و قصص الحدیث تمثیلی واقعات و قصص پر مشتمل نہیں ہیں، بلکہ نبی محتشم ﷺ کے بیان کردہ سچے ترین واقعات و قصص ہیں، قصۂ موسیٰ و خضر علیہما السلام انہی میں سے ایک ہے، جس کو کتبِ تفاسیر و شروحاتِ حدیث میں زیر بحث لایا گیا ہے، اور اس سے تعلیم و تعلّم، دروس و عبر اور عہدِ موسیٰ و خضر کے تاریخی، تہذیبی و دعوتی مباحث کا حصول ہوتا ہے، چونکہ اس کی تاثیر بلا واسطہ اوامر و نواہی سے کئی گنا زیادہ ہے، اس لیے یہ قصہ انسانیت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کرنے میں از حد ممدّ و معاون ثابت ہوتا ہے، قصۂ موسیٰ و خضر علیہما السلام اپنے اندر سماجی، تعلیمی، اور معاشرتی اسباق سموئے ہوئے ہیں، اس قصہ سے حاصل شدہ تعلیم و تعلّم، ترغیبات و ترہیبات، دروس و عبر اور دعوتی مباحث سے استفادہ کر کے دین و دنیا سنوارنی چاہیے۔

1۔ مذکورہ قصۃ الحدیث میں { } کی علامت میں مذکور آیاتِ قرانیہ ہیں، سورۃ الکھف جو قرآن کریم کی اٹھارہویں سورت ہے کی آیت نمبر 61 تا 82 میں سے آیات کا بعض حصہ ذکر کیا گیا ہے۔

2۔ احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ: المسند ، مؤسسۃ الرسالۃ، ط1 ، 1421ھ ، 2001ء ، مسند الانصار، حدیث عبداللہ بن عباس، عن ابی بن کعب، ج35، ص50 تا 52، ح21118؛ ص36، ح 21109؛ ص43، ح21114؛ ص48، 49، ح21117؛ ص53، تا 57، ح21119؛ بخاری، محمد بن

اسماعیل، ابو عبد اللہ: ،الصحیح، دار طوق النجاۃ، ط1، 1422ھ، کتاب العلم، باب ماذکر فی ذہاب موسیٰ ﷺ فی البحر الخضر، ج1، ص26، ح74؛ مسلم بن حجاج، ابوالحسن، القشیری، الصحیح، دار احیاء الکتب العربیہ، 1412ھ، 1991ء، کتاب الفضائل، باب من فضائل الخضر علیہ السلام، ص1847 تا1850، ح2380؛ ترمذی، محمد بن عیسی، ابو عیسی: سنن ترمذی، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر، ط2، 1395ھ، 1975ء، اَبْوَابُ تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ: وَمِنْ سُورَةِ الْكَهْفِ، ج5، ص309، ح3149

3۔ مسند احمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث عبد اللہ بن عباس، عن ابی بن کعب، ج35، ص53، ح21119

4۔ ایضاً، ص54، ح21119

5۔ ایضاً

6۔ ابن بلبان، علی، امیر علاء الدین: الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (معروف بہ صحیح ابن حبان)، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ط1، 1408ھ، 1988ء، کتاب التاریخ، باب بدء الخلق، حدیث نمبر: 6220، ج14، ص104

7۔ ایضاً

8۔ ایضاً

9۔ ایضاً

10۔ ایضاً

11۔ ایضاً

12۔ المقدسی، مطہر بن طاہر: البدء والتاریخ، مکتبۃ الثقافۃ الدینیہ، س،ن، قصۃ موسی وھارون ابنی عمران، ج3، ص81

13۔ جیسے ایران کے بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا تھا، روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا، اسی طرح مصر کے بادشاہ کو فرعون کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ (الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر: جامع البیان فی تاویل القران، مکتبہ ابن تیمیہ، ط2، س ن، ج2، ص38، تحت ایت: البقرہ02: 49)

14۔ المقدسی: البدء والتاریخ، قصۃ موسی وھارون ابنی عمران، ج3، ص81

15۔ القصص28: 04

16۔ تفسیر طبری، ج2، ص42، تحت ایت: البقرہ02: 49

17۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیغاماتِ خداوند قومِ فرعون کو پہنچائے، تو آپ ایمان لے آئی تھیں، آپ فرعون، اس کے اعمالِ بد اور ظالموں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی تھیں، نبی اکرم ﷺ سے بیان شدہ احادیث میں بھی آپ کا ذکر ملتا ہے، آپ بہترین مؤمنہ وصالحہ میں شمار کی جاتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں بھی آپ کا ذکرِ خیر فرمایا ہے۔ (التحریم 66: 11)

18۔ القصص: 28: 07 تا13

19۔ القصص28: 14 تا29

20۔ الشعراء26: 16

21۔ الاعراف07: 130 تا135

22۔ الشعراء26: 60 تا63

23۔ یونس10: 90 تا92

24۔ مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، ج16، ص525، ح10904

25۔ مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، ج16، ص525، ح10904

26۔ مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ، ج13، ص506، ح8172؛ بخاری، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من احب الدفن فی الارض المقدسۃ او نحوہا، ج2، ص90، ح1339؛ مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب فضائل موسیٰ علیہ السلام، ج4، ص1843، ح2372؛ صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ باب بدء الخلق، حدیث نمبر: 2623، 6224، ج14، ص112، 116

27۔ مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: 8315، ج14، ص65

28۔ الکیرانوی، محمد رحمت اللہ بن خلیل الرحمن، الحنفی: مختصر اظہار الحق، وزارۃ الشئون الاسلامیۃ والاوقاف والدعوۃ والارشاد، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ط1، 1416ھ، ص24

29۔ ابن کثیر، ابو الفداء، اسماعیل بن عمر، القرشی: البدایۃ والنہایۃ، دار احیاء التراث العربی، ط1، 1408ھ، 1988ء، ذِکْرُ نُبُوَّۃِ یوشَعَ وَقِیَامِہِ بِأَعْبَاءِ بَنِی اسْرَائِیلَ بعد موسی وھٰرون علیہما السلام، ج1، ص372

30۔ المقدسی، المطہر بن طاہر: البدء والتاریخ، مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ، بور سعید، قصۃ یوشع بن نون، ج3، ص96

31۔ المقدسی، المطہر بن طاہر: البدء والتاریخ، قصۃ یوشع بن نون، ج3، ص97، 96

32۔ المائدہ 05: 23

33۔ بیت المقدس کے قریب ایک شہر کا نام ہے۔ (القزوینی، زکریا بن محمد بن محمود: اثار البلاد واخبار العباد، دار صادر، بیروت، س، ن، 142)

34۔ ملا علی قاری، ابو الحسن، نور الدین، الھروی: مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دار الفکر، بیروت، لبنان، ط1، 1414ھ، ج7، ص600، تحت ح: 4033

35۔ عینی، بدر الدین، ابو محمد، محمود بن احمد: عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، ج15، ص43۔ تحت حدیث: 4213

36۔ مسند احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: 8315، ج14، ص65

37۔ الساعاتی، احمد بن عبد الرحمن بن محمد البنا: الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی ومعہ بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی، دار احیاء التراث العربی، ط2، القسم السادس من الکتاب وھو قسم التاریخ من اول بدء الخلق، کتاب احادیث الانبیاء علیہم وعلی نبینا الصلاۃ والسلام، ج20، ص105

38 ۔ https://ummat.net/today-newspaper/2018/12/16/41248/

39۔ السفیری، شمس الدین، محمد بن عمر بن احمد، الشافعی: المجالس الوعظیۃ فی شرح احادیث خیر البریۃ صلی اللہ علیہ وسلم من صحیح الامام البخاری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔ لبنان، ط1، 1425ھ، 2004ء، ج2، ص126

40۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن احمد، ابن حجر، ابو الفضل: الزھر النضر فی حال الخضر، مجمع البحوث الاسلامیۃ، جوغابائی نیو دلھی۔ الھند، ط1، 1408ھ، 1988ء، خُلَاصَۃُ الْأُخْبَارِ فِی الْخضرِ، ص22

41۔ عسقلانی: الزھر النضر فی حال الخضر، باب نسبہ، ص60، 59

42۔ عسقلانی: الزھر النضر فی حال الخضر، الخضر: ملک او ولی او نَبِی، ص24

43۔ الکہف 18 : 82

44۔ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسی علیہما السلام، ج4، ص156، ح3402

45۔ عسقلانی: الزھر النضر فی حال الخضر، اراء القَائِلِین باستمرار حَیَاتِہ، ص35

46۔ تفتازانی، مسعود بن عمر بن عبد اللہ، سعد الدین: شرح المقاصد فی علم الکلام، دار المعارف النعمانیۃ ۔ پاکستان، ط1، 1401ھ، 1981ء، ج2، ص192

47۔ بخاری: الصحیح، کتاب الفرائض، باب تعلیم الفرائض، حدیث نمبر: 6724، ج8، ص148

48۔ الحجرات 49: 10

49۔ یوسف 12: 76

50۔ الدارمی، ابو محمد، عبد اللہ بن عبد الرحمن، التمیمی السمرقندی: مسند (المعروف بہ سنن الدارمی)، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، دار المغنی للنشر والتوزیع، ط1، 1421ھ 2000ء، کتاب العلم، باب فی فضل العلم والعالم، حدیث نمبر: 347، ج1، ص357

51۔ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب تعلیم الفرائض، حدیث نمبر: 6724، ج8، ص148

52۔المائدہ05: 02

53۔آل عمران03 : 165